# کراچی میں یہودی-ایک تاریخی جائزہ

محمد حسن الیاس

''یروشلم پوسٹ'' اسرائیل کا سب سے بڑا اخبار ہے جو دنیا کی ۱۵ مختلف زبانوں میں شائع ہوتا ہے۔ یہ اخبار اتوار سے لے کر جمعے تک روزانہ شائع ہوتا ہے، جب کہ ہفتے کا دن چوں کہ یہودیوں کے ہاں مذہبی طور پر چھٹی کا دن ہے اس لئے اس دن اسرائیل میں کوئی اخبار نہیں چھپتا۔ اس اخبار کی پہلی اشاعت یکم دسمبر ۱۹۳۲ء کے دن ہوئی۔ امریکا کے دوسرے بڑے اخبار'' وال اسٹریٹ جنرل'' کے ایڈیٹر'' ڈیوڈ ہوروٹیز'' پہلے یروشلم پوسٹ کے ایڈیٹر رہے۔ ۲۷ فروری ۲۰۰۹ء کو یروشلم پوسٹ نے اپنے پہلے صفحے پر ایک خبر کو نمایاں سرخی کے طور پر پیش کیا۔'' تعجب! یہودی ابھی تک پاکستان میں'': اخبار نے یہ خبر کراچی سے بھیجی گئی ایک ای میل سے لی تھی۔ یہ میل کراچی میں رہنے والے ایک یہودی ڈاکٹر اسحاق موسیٰ اخیری نے بھیجی تھی۔ اسحاق نے اپنا تعلق یہود کے قبیلے'' سپہردی'' (Sephardi) سے بتایا۔ سپہردی یہودیوں کا اصل تعلق شمال مغربی یورپ میں'' ایبریا'' نامی علاقے سے تھا، جو آج کل اسپین اور پرتگال کے سرحد کے کنارے پر واقع ہے۔ ڈاکٹر اسحاق نے بتایا کہ ایک دن پہلے اس کے اپنے گھر پر'' بارمیٹز واہ''(Bar Mitzvah) کی تقریب منعقد ہوئی تھی، جس میں اس کے ۱۳ سالہ بیٹے نے تورات پڑھ کر مذہب سے وفاداری کا وعدہ کیا۔ اس نے مزید بتایا کہ میں اور میرا خاندان کراچی میں بہت خوش ہے اور ہم یہاں بھرپور زندگی گزار رہے ہیں۔ یہاں کے لوگ سوائے چند ایک کے بہت اچھے ہیں۔ ہم اور ہماری کمیونٹی گھر پر ہی عبادت کرتے ہیں اور کسی تہوار پر کسی ایک یہودی کے گھر اکٹھے ہوجاتے ہیں۔ میرے تعلق کے یہاں دس سے زائد یہودی خاندان آباد ہیں جو کراچی کے مختلف حصوں میں رہتے ہیں۔

اسحاق نے اسرائیل جا کر اپنے مذہبی مقامات دیکھنے کی بھی خواہش کا اظہار کیا اور کہا کہ ہم اپنی چھوٹی سی دنیا کو ہی فوقیت دیتے ہیں اور اجنبیت میں رہنا پسند کرتے ہیں۔ ہم نہیں چاہتے کہ کوئی ہمارا سیاسی استعمال کرے۔ ہم کراچی میں دوسو سال سے آباد ہیں اور اسے کبھی نہیں چھوڑیں گے۔ ڈاکٹر اسحاق اخیری کی یہ میل پڑھ کر مجھے بھی حیرت ہوئی

اور جب میں نے کراچی میں یہودی کمیونٹی کی تاریخ کا مطالعہ شروع کیا تو بہت حیرت انگیز انکشافات سامنے آئے۔

سن ۱۸۸۱ء میں صوبہ سندھ میں صرف ۱۵۳ یہودی آباد تھے۔۱۹۱۹ء میں یہ تعداد بڑھ کر ۶۵۰ تک پہنچ گئی۔۱۹۴۷ء میں تقسیم سے پہلے صرف کراچی میں ۲۵ سو سے زائد یہودی خاندان آباد تھے جو بھارتی صوبہ مہاراشٹر سے نقل مکانی کر کے کراچی آئے تھے۔ان میں سے اکثر تاجر، شاعر، فلاسفر اور سول سرونٹ تھے، جب کہ کچھ یہودیوں کا تعلق بغداد سے بھی تھا۔ دستیاب ریکارڈ اور مختلف ذرائع سے حاصل کردہ ریکارڈ کے مطابق یہ خاندان مراچی زبان بولتے تھے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا تعلق اسرائیل کے علاقے بین (Bene) سے تھا۔۱۸۹۳ء میں انہوں نے اپنا مذہبی مرکز ''میگن شیلوم'' تعمیر کیا جو ۱۹۸۰ء تک کراچی کے علاقے ''رنچھوڑ لائن'' میں قائم رہا۔۱۹۰۳ء میں ''یہودی نوجوان'' کے نام سے ایک تنظیم کا قیام عمل میں آیا، جس کا مقصد بہ ظاہر کھیلوں کے علاوہ یہودیوں کی دیگر سرگرمیوں کو فروغ دینا تھا۔۱۹۱۸ء میں بنی اسرائیل ریلیف فنڈ اور یہودی سنڈیکیٹ (Karachi Jewish Syndicate) کا قیام عمل میں آیا، جس کا مقصد غریب یہودیوں کو انتہائی کم کرائے پر گھر فراہم کرنا تھا۔یہودیوں کے اس مرکز کی خدمات سے مستفید ہونے والے دو خاندانوں کا تعلق پشاور سے بھی بتایا جاتا ہے۔کراچی میں یہودیوں کا عمل دخل اس قدر بڑھ گیا تھا کہ ۱۹۳۶ء میں ان کا ایک لیڈر جس کا نام ابراہیم ریوبن بتایا جاتا ہے، کراچی کارپوریشن کا کونسلر بھی منتخب ہوگیا تھا۔تقسیم ہند کے بعد ۵۰۰ کے قریب یہودی خاندان ہندوستان نقل مکانی کر گئے۔لیکن دو ہزار کے قریب نے پاکستان میں ہی رہنے کا فیصلہ کیا۔سال ۱۹۴۸ء میں جب اسرائیل عمل میں آیا تو کراچی میں موجود یہودیوں کو مسلمانوں میں پائے جانے والے غم وغصے اور ردعمل کو سہنا پڑا اور کراچی کے باسیوں میں پائی جانے والی مذہبی حمیت کے باعث ان یہودی خاندانوں کا کراچی میں رہنا محال ہوگیا۔قیام پاکستان کے بعد کراچی میں یہودیوں کا عمل دخل کم ہونا شروع ہوگیا اور جلتی پر تیل کا کام ۱۹۴۸ء، ۱۹۵۶ء اور ۱۹۶۷ء کی عرب اسرائیل جنگوں نے کیا۔ایوب خان کے دور میں بہت سے یہودی خاندانوں نے پاکستان کو چھوڑ دیا اور اسرائیل چلے گئے۔کراچی سے تعلق رکھنے والے یہودیوں کی ایک بڑی اکثریت نے ''رملہ'' میں رہائش اختیار کی ہے اور وہاں اپنا مذہبی مرکز ''میگن شیلوم'' (Magen Shalome) کے نام سے تعمیر کیا جس کو باقاعدہ طور پر کراچی کی یاد سے منسوب کیا گیا۔آج کراچی میں اس جگہ پر ایک تجارتی مرکز قائم ہے۔یہودی دنیا کی وہ واحد ''غیرت مند'' قوم ہے جو نقل مکانی سے پہلے اپنی ہر چیز کی قیمت وصول کر لینا چاہتی ہے یہاں تک کہ اپنی عبادت گاہیں اور مقدس مذہبی مقامات کو بھی فروخت کر دیتی ہے۔

اسرائیل کے قیام کے بعد دنیا بھر کے یہودیوں کو وہاں بسانے کا انتظام کیا گیا اور دنیا بھر میں موجود یہودیوں نے وہاں کا رخ کیا، لیکن اس کے باوجود یہودیوں کی ایک اچھی خاصی تعداد دیگر اسلامی ممالک میں آباد ہے۔ اسلامی ممالک میں ان کی تعداد کچھ اس طرح ہے، مراکش میں سات ہزار، ایران میں ۲۵ ہزار، ترکی میں ستر ہزار چار

سو پندرہ، عراق میں ایک سو، شام میں تیس، افغانستان میں ۴، تنزانیہ میں پندرہ سو، لبنان میں ۴۰، مصر میں ۲۰۰، جب کہ پاکستان میں دو سو کے قریب ہے۔ یہ اعداد وشمار یہودیوں کے سنسر بیورو سے حاصل کئے گئے ہیں، جب کہ عین ممکن ہے کہ فراہم کردہ معلومات سے زائد تعداد میں یہودی ان ممالک میں مقیم ہوں۔ پاکستان میں ان کی تعداد میں کچھ حد تک اضافہ ہوا ہے اور ان کی یہ آمد ۲۰۰۵ء میں آنے والے زلزلے کے بعد ہوئی ہے۔ سابق صدر پرویز مشرف نے امریکی یہودی کمیونٹی سے خطاب کرتے ہوئے زلزلے میں ان کی مدد اور تعاون پر شکریہ بھی ادا کیا تھا۔ یہ یہودی مختلف این جی اوز کے ہم راہ پاکستان آئے اور پھر یہیں مقیم ہو گئے۔ آج پاکستان میں سب سے زیادہ یہودی کراچی شہر میں آباد ہیں۔ غور طلب بات یہ ہے کہ ان کی اکثریت ساحل سمندر کے پاس رہائش پذیر ہے، جو اسرائیل کے پہلے وزیر اعظم اور یہودی تحریک کے سرخیل ڈیوڈ بن گوریان کی نصیحت اور مشورے پر عمل پیرا ہیں۔ اس نے ۱۹۶۷ء میں کہا تھا:

ہمیں ہمیشہ بھارت کو اپنا دوست رکھنا ہوگا، کیوں کہ پاکستان کے خلاف کام کرنے کے لئے بھارت ہمیں ایک مرکز کا کام دے گا۔ اس مقصد کے لئے ضروری تھا کہ بھارت میں یہودیوں کا ایک مضبوط نیٹ ورک موجود ہو اور ان کا پاکستان کے ساتھ رابطہ نہ ٹوٹے۔ اس کے لئے انہوں نے پاکستان سے بھارت جانے والے یہودیوں کو بھارت میں بسانا شروع کر دیا اور اس مقصد کے لئے کراچی کا ساحل استعمال کیا گیا۔ یہ روٹ ان کے لئے گلف ریاستوں اور ایران تک رسائی کے علاوہ بھارت پہنچنے کا راستہ تھا۔ یہودیوں کے اس خفیہ راستے کو ۲۰۰۰ء میں ایران نے دریافت کر لیا اور اس پر مکمل پہرہ بٹھا دیا۔ جس کے نتیجے میں وقتی طور پر ان کا یہ سمندری راستہ تو بند ہو گیا مگر بھارت کے ساتھ تعلقات کبھی سرد مہری کا شکار نہ ہوئے۔ آج ممبئی حملوں کو کئی مہینے گزر چکے ہیں مگر ساحل سمندر بحیرۂ عرب کے علاوہ "سمندری روٹ" کی بات ختم ہونے کو نہیں آ رہی۔ مغربی میڈیا کی تان بار بار سمندری روٹ پر جا کر ٹوٹتی ہے۔ جس سے محسوس ہوتا ہے کہ اسرائیل جو بھارت کا قدرتی حلیف بن چکا ہے، اس وقت کوئی اور خطرناک کھیل کھیلنے میں مصروف ہے۔ آج کراچی میں موجود زیادہ تر یہودی اپنے آپ کو پارسی ثابت کرتے ہیں، تا کہ یہودیوں کی سازشوں کے خلاف مسلمانوں میں پائے جانے والے ردعمل سے بچ سکیں۔ زیادہ تر پارسی پراپرٹی کا کام کرتے ہیں، یا بلڈرز ہیں۔ میوہ شاہ قبرستان (کراچی) میں موجود یہودی لیڈر "سولیمن ڈیوڈ" کی قبر پر ویرانی کو دیکھ کر یوں محسوس ہوتا ہے جیسے اب یہودی اس شہر سے جا چکے ہیں لیکن دوسری طرف جب ۸۲ سالہ بوڑھی یہودی خاتون ریچل جوزف کو سندھ ہائی کورٹ کی سیڑھیوں پر چلتے دیکھا جائے جو ۱۹۸۰ء میں بیچے گئے "میگنی شیلوم" کو دوبارہ آباد کرانا چاہتی ہے تو اس شہر میں یہودیوں کا عمل دخل اور وجود جنم لیتا محسوس ہوتا ہے۔

اسرائیل جیسے ملک کو جو بنا ہی ان یہودیوں کو تحفظ فراہم کرنے کے لئے تھا، اپنے نظریاتی حریف پاکستان کے مالیاتی مرکز کراچی میں رہنا اور اسی شہر میں آئے دن حالات کا بگڑنا، لسانی فسادات کی آڑ میں ان دیکھی قوتوں کا فائدہ اٹھا کر ملک کو کمزور کرنا، ان تمام باتوں کے تانے بانے کہیں نہ کہیں ضرور ملتے ہیں، اور یہی کراچی کو درپیش اصل خطرہ ہے۔☆